Gohar e tehqeeq گوہر تحقیق
گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاول پور

Year 2024; Vol 03 (Issue 02)

P. 38-49 https://journals.gscwu.edu.pk/

ڈاکٹر ریحانہ کوثر

صدر شعبہ اردو،لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی،لاہور

ماریہ اعجاز

ریسرچ سکالر لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی،لاہور

Dr. Rehana Kausar
Chairperson of Urdu Department, Lahore College for Women University, Lahore
Maria Ejaz
Research Scholar, Lahore College for Women University, Lahore

اشفاق احمد کی آپ بیتی "بابا صاحبا" اور قدرت اللہ شہاب کی "آپ بیتی" شہاب نامہ میں مشترک عناصر

Ashfaq Ahmed's Ap Beiti "Baba Sahiba" and Qudratullah Shihab's Common elements in "Aap Beti" Shahab Nama

Abstract:

In Urdu literature autobiography is a separate literary genre which is a self-written account of person's life. It is a story of Person's life, written by that Person. Many writers enriched the Urdu literature with exquisite autobiographies .Ashfaq Ahmad and Qudrat Ulla shahab are one of them. Ashfaq Ahmad wrote "Baba Sahiba" and Qudrat ullah shahab penned "Shahab Nama". 'Ashfaq Ahmad was a well-known fiction writer, drama writer, travelogue writer, anchor, translator, broadcaster with equitable and kind manners. Qudrat ullah shahab is considered as one of the renowned literary crafts man.

Qudrat Ullah Shahab was an eminent Urdu writer, civil servant and diplomat from Pakistan. Ashfaq Ahmad in his book "Baba Sahiba" shares his personal experiences and reflections on life, love, spirituality and human relationships. The book offers readers insights into Ashfaq Ahmad journey of self-discovery and his quest for deeper understanding of mysterious life. Shahab in" Shahab Nama" shares life experiences, including his career in the civil service, his interaction with political leaders, and his spiritual journey. He provides insights into the socio-political landscape of Pakistan during the 20th century, offering reflections on events, personalities, and societal changes."Shahab Nama" is celebrated for its candid portrayal of personal and public life.

Keywords: Urdu Autobiography; Ashfaq Ahmad; Qudratullah Shahab; Baba Sahiba; Shahab Nama; Spirituality; Self-Discovery; Socio-Political Landscape; Personal Narrative; Urdu Prose.

اردوادب میں آپ بیتی ایک الگ صنف ادب ہے یہ اپنی کئی خوبیوں کی بنا پر اہمیت کی حامل ہے۔ یہ ایک ایسی صنف ادب ہے جس میں مصنف خود اپنے حالات زندگی بیان کرتا ہے اسے خودنوشت بھی کہتے ہیں۔ یہ انسانی زندگی کے مختلف گوشوں کو بے نقاب کرتی ہے۔اس سے نہ صرف تخلیق کار کی زندگی سے پردہ اٹھتا ہے بلکہ اس کے ماحول کی جھلکیاں بھی دکھائی دیتی ہیں یہ اس کے دور کے رسوم ورواج ،مذہبی اقدار، معاشرت، تہذیب وتمدن، سیاست کی بھی عکاس ہوتی ہے اوراس میں اس دور کا تہذیبی، سماجی ،سیاسی شعور جھلکتا ہے۔ سچائی، آپ بیتی کی بنیادی خصوصیت ہے اورادیب کی کامیابی بھی وہی ہوتی ہے جس میں واقعات کو تصنع کالبادہ اوڑھا کر پیش کرنے کی بجائے سچائی، دیانت داری اورایمانداری سے پیش کیا جائے۔ الطاف فاطمہ آپ بیتی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتی ہیں۔

> ”آپ بیتی اس وقت دلکش اور حسین ہوتی ہے جب انسان سچائی اوردیانت داری سے پیش کرے ورنہ سادہ اور سپاٹ زندگی کو تصنع کا خول چڑھا کر پیش کرنا تو فضول ہی ہوتا ہے“۔ ۱

اشفاق احمد ایک بہترین قلم کاراوراردوادب کا قیمتی علمی اثاثہ ہے۔ وہ بیک وقت افسانہ نگار ،ڈرامہ نگار، سفر نامہ نگار، صحافی، مترجم، محقق ،براڈکاسٹر ،دانشوراور منفرد صاحب اسلوب مصنف ہیں۔ وہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ اشفاق احمد کا تعلق ایک پٹھان گھرانے سے تھا-اشفاق احمد کی ادبی زندگی کا آغاز ساتویں جماعت سے ہی ہو گیا تھاجب انہوں نے ایک پرچہ نکالا جس کا نام "علم الوقیع" تھا- اشفاق احمد کے مطابق اس رسالے کی ایک ہی کاپی چھپتی تھی اس کا ایڈیٹر ،پبلیشر اور قاری سب کچھ میں ہی تھا۔بقول انتظار حسین -

> ”افسانے کے آسمان پر ستارہ بن کر چمکے اور پھر شتابی سے نئی چراہگاہوں کی تلاش میں نکل گئے افسانہ کے آسمان کا ٹوٹا ہوا یہ ستارہ پھر ریڈیو اور ٹی وی کے آسمانوں پر جا چمکا۔۔۔۔۔ٹی وی کے لیے ڈرامے لکھے پھر سیریز کی صورت میں لکھے اور پھر لکھتے ہی چلے گئے سیریز کی صورت میں کئی ڈرامے لکھ ڈالے“۔ ۲

"باباصاحبا" اشفاق احمد کا ایک مختلف ادب پارہ ہے۔ اس کتاب کا مسودہ اشفاق احمد کی زندگی میں ہی تیار ہو گیا تھا مگر یہ کتاب شائع ان کی وفات کے بعد سنگ میل پبلیکیشنز سے ۲۰۰۸ میں ہوئی۔ اس ادب پارے کے ۶۶۸ صفحے اور گیارہ ابواب ہیں۔ پہلے دس ابواب

اشفاق احمد کے روم یونیورسٹی اٹلی کے قیام کے دنوں متعلق ہیں۔ ان ابواب میں اشفاق احمد نے اپنے اٹلی میں قیام کے دوران پیش آنے والے روزمرہ زندگی کے واقعات کا نقشہ بہت خوبصورت انداز میں کھینچا ہے۔ "تصوف" اور "بابے" اشفاق احمد کا پسندیدہ موضوع تھا اس لیے اس آپ بیتی میں ان کا ذکر بھی ملتا ہے۔ آپ بیتی میں بابوں کی تصاویر بھی موجود ہیں۔ بانو قدسیہ نے آپ بیتی کا دیباچہ "باباصاحبا ایک واجبی سا تعارف" کے نام سے تحریر کیا ہے ان کے مطابق باباصاحبا ایک مختلف قسم کا ادب ہے جو آسانی سے تحریر میں نہیں آسکتا اس ادب پارے میں خان صاحب کی یادوں کی برسات موسلا دھار نہیں بلکہ رات کے پچھلے پہر بوندا باندی کی صورت میں ادھ کھلے دریچوں پر جھنکار بن کر توجہ طلب رہتی ہے

"باباصاحبا" اشفاق احمد کا ایک ادبی شاہکار ہے اس میں خودنوشت کا رنگ بھی ہے سفرنامے کی خصوصیت بھی ہے۔ اس آپ بیتی میں دانشورانہ بحثیں اور افسانی جھلک بھی موجود ہے۔ باباصاحبا کا ہر موضوع دوسرے موضوع سے مختلف ہے جو بات ایک موضوع میں بیان ہو رہی ہے دوسرے میں نظر نہیں آتی تمام ابوب میں موضوعات کا تنوع نظر آتا ہے اس تنوع کی وجہ سے قاری ابہام کا شکار نہیں ہوتا بلکہ وہ اگلے موضوع کی طرف پوری دلچسپی کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے۔ اس آپ بیتی کا ہر موضوع اپنے اندر ایک ایسی کشش اور دلفریبی لیے ہوئے ہے کہ ہر باب کو پڑھتے ہوئے اشفاق احمد کی شخصیت میں چھپے ہوئے رازوں کو جاننے میں کافی حد تک مدد ملتی ہے۔ باباصاحبا ان کے اٹلی کے سفر کی یادوں کی داستان ہے۔ اٹلی کا یہ قیام ان کی یادوں کا حصہ بن گیا اور وہ ہر لمحے ان یادوں کو تازہ کرتے ہوئے نظر آتے۔ اس کتاب کے تمام ابواب کے موضوعات نہایت دلچسپ ہیں۔ باب اول میں روحانیت پر گفتگو ہوئی ہے اس باب میں علم روحانیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> "یہ کاروبار ہمیشہ ہی بے ایمانی بدنیتی یا عیاری و مکاری پر نہیں تھا بلکہ اس میں ایک عجیب سا طلسم گل بکاولی پوشیدہ ہے کہ اس علم کو ہی امر واقعہ اور اصلیت سمجھ لیا جاتا ہے"۔ [۳]

اس باب میں والدین کے مقام و مرتبہ پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ کس طرح پہلے وقتوں کے والدین سخت طبیعت کے حامل ہوا کرتے تھے اور ان کے اپنی بچوں کے درمیان ایک طویل فاصلہ رہتا تھا پھر اشفاق احمد اچانک سے علم پر اظہار خیال کرنے لگ جاتے ہیں اس موضوع میں خاص قسم کا تنوع ہے۔ کہنے والا کہتا رہتا ہے جب کچھ مانگنے والے آتے ہیں تو دیے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن جب مجھے میرے ساتھیوں نے کچھ دینے کا کہا تو میں نے اپنی حرکات و سکنات سے واضح کر دیا اس میں بہت ساری مشکلات ہیں بتانے کی مشکل، سمجھنے کی مشکل، ابلاغ کی مشکل اور آخر میں مشکل کی مشکل۔ [۴]

باباصاحبا میں اشفاق احمد انسانی جبلت اور حوس کی مختلف نفسیات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس کے علاوہ اشفاق احمد روم یونیورسٹی میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہونے والی محفلوں کا ذکر بھی کرتے ہیں ان کے مطابق وہ رونق میلے میں حاضر تو ضرور ہوتے لیکن اس کا حصہ نہیں بنتے تھے۔ باب پنجم میں اشفاق احمد کا خوبصورت دانشورانہ رویہ دکھائی دیتا ہے یہ باب ان کی زندگی کی الجھی ہوئی گرہوں کو بیان کرتا ہے۔ اشفاق احمد اور ان کے شاگرد ڈاکٹر وتوریو ولونیکا کے درمیان ہونے والے گفتگو اس باب کا حصہ ہے۔ باب کے آغاز میں ادیب اور ادیبوں کی خدمات کو بیان کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ استاد اور شاگرد کے لازوال رشتے پر بھی بحث ملتی ہے۔ باب ششم کے آغاز میں روم شہر کی تاریخ کو بیان کرتے ہیں۔ یہاں اشفاق احمد کی ایک ساتھی ان سے سوال کرتی ہے کہ آپ کے ملک کے لوگ ابھی تک ضعیف

الاعتقاد ہیں۔ بھوت پریت، جادوٹونے اور تعویذ گنڈے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس کا جواب انہوں نے نہایت مدلل انداز میں دیا جس پر وہ مطمئن ہو جاتی ہے۔ باب ہفتم میں اشفاق احمد کی اپنی ایک پرانی دوست ستی سے بہت عرصے بعد ملاقات ہوتی ہے اب وہ پہلے کی طرح شوخ و چنچل نہ تھی اس کے چہرے سے اداسی اور بے رونقی صاف طور پر نظر آتی ہے۔ وہ اشفاق احمد کو ایک پارک میں ملی اشفاق احمد کا ہاتھ پکڑ کر رونے لگی۔ میری ماں مر گئی اشفاق احمد اور میں اس بھری دنیا میں ایک تارآجانے سے بالکل اکیلی ہو گئی بلکہ تنہا ہمیشہ کے لیے بے یارو مددگار۔۵؎

اشفاق احمد صوفی منش آدمی تھے۔ وہ ستی پر موت کی حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں اوراس کو تسلی دیتے ہیں۔ اس باب میں اشفاق احمد نے اپنے دوست مفتی صاحب کا ذکر بھی کیا ہے اور بتاتے ہیں کہ مفتی کے پاس ایک ملنگ آیا کرتا تھا جو موت کی حقیقت سے بخوبی واقف تھا اور کہا کرتا تھا انسان موت کے خوف سے کھانا کھائے گا اور جتنا موت سے بچنے کی کوشش کرتا اس کو پرے رکھنے کی جدوجہد کرتا ہے موت اتنی ہی اس کے قریب آرہی ہے۔ دوست کی والدہ کی وفات کے بعد اشفاق احمد طرح طرح کے اندیشوں کا شکار ہو گئے اوران کا سب سے بڑا خوف یہ تھا کہ پاکستان میں ان کی والدہ بھی انتقال کر جائیں گیں اوروہ بھی اکیلے رہ جائیں گے۔ اگلے باب میں اشفاق احمد بابا دھرم داس اوراس کے علم کی روحانیت بیان کرتے ہیں۔

اس باب میں اشفاق احمد کی ملاقات قدرت اللہ شہاب سے بھی ہوتی ہے۔ یہ اشفاق احمد کی ان سے پہلی ملاقات تھی۔ کئی سال بعد انہیں روم میں شہاب صاحب کا خط موصول ہوا کہ وہ ہالینڈ میں ہیں پاکستان جاتے ہوئے چندروزروم میں ان کے پاس گزاریں گے اور پھر ان دونوں کے درمیان خطوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ دسواں باب چھوٹے چھوٹے مضامین پر مشتمل ہے۔ چند مضامین باباجی کے ڈیرے سے متعلق ہے۔ اس باب میں اشفاق احمد نے اپنے حرمین شریف کے سفر کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔ اگلا مضمون باباجی کے ڈیرے پر پکنے والے لنگرکے عنوان سے ہے۔ گیارواں باب چند مختلف عنوانات پر مشتمل ہے جن میں ایک خدا،مذہب،روحانیت، تصور شیخ ،فردوارتقاء،اورانسانی فطرت،کامیابی کے گر،ترقی،حقیقت اورسچ،ملفوظات وار شادات شامل ہیں۔ قدرت اللہ شہاب کا شمار ملک کے ناموراد یبوں اور دانشوروں میں ہوتا ہے۔ وہ سول سروس سے وابستہ رہے۔ انہوں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز افسانہ چندراوتی سے کیا۔ قراۃالعین حیدر کے مطابق شہاب کا افسانہ پڑھ کر مجھے لکھنے کی تحریک ہوئی۔۶؎

ان کی تصانیف میں افسانہ چندراوتی،یاخدا، نفسانے (مجموعے میں ۱۶افسانے)شامل ہیں۔ اس کے علاوہ رپورتاژ، طنزیہ مضامین،سفر نامے شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مشہورافسانہ ماں جی اور مشہورآپ بیتی "شہاب نامہ" شامل ہے یہ قدرت اللہ شہاب کی خود نوشت سوانح عمری ہے۔ قدرت اللہ شہاب کی یہ خود نوشت ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے اور پاکستان کی سیاست کو بھی زیر بحث لاتی ہے۔ اس خود نوشت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک بیوروکریٹ ہونے کے ساتھ ایک صوفی اور بزرگ بھی تھے۔ شہاب نامہ قدرت اللہ شہاب کی وفات کے بعد ۱۹۸۷میں شائع ہوئی۔ اس کے کل اٹھاون ابواب ہیں اور یہ ۸۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس آپ بیتی کے اب تک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں جس سے عوام میں اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ آپ بیتی ان کی وفات کے ایک سال بعد شائع ہوئی تھی۔ یہ اردو ایک ایسی کتاب ہے جس نے قبولیت کی ایک مثال قائم کی۔ "شہاب نامہ" برصغیر کی تحریک آزادی کے پس منظر، مطالبہ پاکستان، قیام پاکستان اور تاریخ پاکستان کی چشم دید داستان ہے جو حقیقی کرداروں کی زبانی بیان ہوئی ہے۔ شہاب نامہ میں دینی و

روحانی تجربات و مشاہدات ملتے ہیں اور اس کے علاوہ پاکستان کی سیاست کی تاریخ موجود ہے۔ شہاب نامہ کے بارے میں شہاب صاحب خود لکھتے ہیں شہاب نامہ ایک ایسی آپ بیتی ہے جس میں کئی آپ بیتیاں سمائی ہوئی ہیں۔۔۔ قوموں کا عروج وزوال شہاب صاحب کے سامنے تھا وہ ایک اونچے دائرے میں تھے اوران دائروں کو غبارے بنا کر اڑاتے رہے زندگی ان کے لیے بازیچہ اطفال بن گئی۔ ۷

شہاب نامہ سے تحریک آزادی، کشمیر اور قومی زندگی کا نقشہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ شہاب نامہ کے بعض حصوں پر سفر نامے اورافسانے ہونے کا گمان گزرتا ہے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی، اقتصادی پالیسی، غیر ملکی امداد، بیرونی مداخلت، مشرق وسطی جیسے مسائل پر بھی قدرت اللہ شہاب نے روشنی ڈالی ہے جو ان کے جداگانہ انداز بیاں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ”شہاب نامہ“ قدرت اللہ شہاب کے ذاتی تجربات و مشاہدات کا نچوڑ ہے۔ نذیر احمد اس سلسلے میں لکھتے ہیں مصنف نے اپنے خون جگر اوراعلی درجے کی تصنیف کو بروئے کار لا کر ایک با معنی ہیت کو سجایا ہے یہ آپ بیتی اپنے اندر کئی موضوعات کو سمیٹے ہوئے ہے۔۔۔ کئی رنگوں کی نثر خطیبانہ نثر اور تجزیاتی نثر وغیرہ۔ ۸

شہاب نامہ کے سب سے پہلے باب کا عنوان ”جموں میں پلیگ“ ہے۔ یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب جموں میں پلیگ کی بیماری پھیلی ہوئی تھی۔ قدرت اللہ شہاب اس وقت چوتھی جماعت کے طالب علم تھے سارے جموں میں خوف کا عالم تھا شہاب نامہ کے دوسرے باب کا عنوان ”نندہ بس سروس“ ہے۔ اس میں مسلمانوں کی پسماندگی اور بے سروسامانی کے ساتھ ساتھ ان کی سادگی، افلاس اور مظلومیت کی داستان کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ شہاب نامہ میں اس کو مورخ یا کہانی کار کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک محسن اور ہمدرد کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔ تیسرے باب کا عنوان ”چمکور صاحب“ ہے۔ چمکور صاحب میں بہت سے گردوارے اور خانقاہیں ہیں جو ”بابا صاحبا“ کے نام سے مشہور تھیں۔ بابا صاحبا دراصل بابا شہاب الدین کا عرف عام ہے جو اپنے زمانے کے صاحب کرامت بزرگ مانے جاتے تھے۔ قدرت اللہ شہاب نے باباصاحبا کا کردار بھی خوبصورتی سے اس باب میں پیش کیا ہے۔ چوتھے باب کا عنوان ” راجہ گرو کا خالصہ باقی رہے نا کو“ ہے۔ اس باب میں شہاب اپنی خاندانی روایت بیان کرنے کے بعد اپنے ذاتی احوال کو بھی بیان کرتے ہیں۔ پانچویں باب کا عنوان ہے ”مہاراجہ ہری سنگھ کے ساتھ چمکور میں“۔ اس باب میں شہاب، ہری سنگھ سے اپنی ملاقات کا احوال بیان کرتے ہیں مہاراجہ سے مل کر شہاب کو انتہائی ناگواری کا احساس ہوتا ہے اور وہ دل میں پختہ ارادہ کر لیتے ہیں کہ وہ کسی بھی حالت میں کشمیر میں ملازمت نہیں کریں گے۔ لکھتے ہیں اس روز میں نے اپنے دل میں یہ عزم بالجزم کر لیا کہ میں کسی صورت بھی کبھی ریاست کشمیر کی ملازمت اختیار نہ کروں گا چنانچہ بی ایس سی کرتے ہی جب مجھے سٹیٹ گورنمنٹ سے انگلستان سے فارسٹری کی طرح تعلیم حاصل کرنے کا وظیفہ پیش ہوا تو میں نے بڑی بے اعتنائی سے قبول کرنے سے انکار دیا کر دیا اور گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی میں داخلہ لے لیا۔ ۹

چھٹے باب کا نام ”چندراوتی“ ہے -اس سے عشق شہاب کی زندگی کا سب سے اہم واقعہ ہے۔ اس پورے باب میں انہوں نے اپنے اور چندراوتی کے تعلق کو بیان کیا ہے چندراوتی کے بارے میں لکھتے ہیں ذات کی وہ کٹر ہندو تھی اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو ہرگز میرے ہاتھ نہ لگنے دیتی تھی۔ ۱۰

ساتواں باب ”آئی سی ایس میں داخلہ“ کے عنوان سے ہے۔ شہاب نامہ کے آٹھویں باب کا نام ”صاحب بنیااور میں“ ہے۔ اس باب میں شہاب دہرہ دور میں بطور آئی سی ایس آفیسر ٹریننگ حاصل کرنے کا احوال بیان کرتے ہیں اور تاریخی پس منظر بھی پیش کرتے ہیں۔ نویں باب کا عنوان ”بھاگلپور اور ہندو مسلم فسادات“ ہیں۔ دسویں باب کا نام عنوان "ایس ڈی او" ہے۔ اس باب میں ایس ڈی او کے

اردلی کا ذکر ہے جو سب رازوں سے واقف ہے اور ہر وقت ایس ڈی او کے ارد گرد گھومتا ہے۔ گیارہویں باب کا عنوان "نندی گرام اور لارڈ یول" ہے۔ اس باب میں قدرت اللہ شہاب نے حکومتی اداروں کے چہرے سے نقاب اتارا ہے جہاں عوام مصیبت میں مبتلا ہے اور وہ اپنا مفاد اور غرض پوری کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اگلے باب کا عنوان "بملا کماری کی بے چین روح ہے۔" تیرہویں باب کا عنوان "پاکستان کا مطلب کیا" ہے۔ یہ باب ان کی پاکستان سے والہانہ محبت سے متعلق ہے۔ سرکاری فرائض کی انجام دہی کے دوران شہاب کے ہاتھ ایک نہایت اہم دستاویز آتی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف سازش کی جارہی تھی شہاب بغیر کسی ہچکچاہٹ کے یہ دستاویز قائد اعظم کو دے آتے ہیں۔ قائد اعظم وہ دستاویز رکھ لیتے ہیں اور شہاب کو دوبارہ ایسا خطرہ نہ لینے کی ہدایت کرتے ہیں۔ شہاب نامہ کے چودھویں باب کا نام "سادگی مسلم کی دیکھ" ہے۔ اگلے باب کا عنوان "کراچی کی طوطا کہانی" ہے۔ اس باب میں مذاق کا پہلو نمایاں ہے اس باب میں شہاب نے چودھری غلام عباس اور قائد اعظم کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ذکر بھی کیا ہے۔ شہاب، چوہدری غلام عباس کو اپنی پرانی گاڑی میں بٹھا کر لنچ پر لے جاتے ہیں۔ اس مزاحیہ صورتحال کو شہاب یوں بیان کرتے ہیں۔ سواری کا جو انتظام موجود تھا اسکی اصلیت سے ہم نے چوہدری صاحب کو آگاہ کیا تو بولے، ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ اتفاق سے کار کا موڈ ٹھیک رہا اور ہم ساڑھے بارہ بجے ہی گورنر جنرل ہاوس پہنچے اے ڈی سی بڑا پریشان تھا کہ اتنی جلدی کیوں آگئے چودھری صاحب نے اس کی ڈھارس بندھائی کے وہ بڑی خوشی سے کمرے میں بیٹھ کر آدھا گھنٹہ انتظار کر لیں گے"۔ ۱۱ے

اگلا باب "کچھ یا خدا" ہے۔ یہ افسانہ قیام پاکستان کے بعد پیش آنے والے حالات اور انسان سوز واقعات سے متعلق ہے۔ یا خدا سے متعلق چار ابواب کے بعد اگلے باب کا نام "آزاد کشمیر" ہے۔ اس سے اگلے ابواب کے عنوانات "صلح شہید"، "ڈپٹی کمشنر کی ڈائری"، "حج کی نیت" ہے۔ اگلے باب میں شہاب نے ایوان صدر سے وابستہ اپنے چند تجربات ومشاہدات کو بیان کیا ہے۔ سنجیدہ مسائل کے تذکرے کے ساتھ ساتھ شہاب ایسے واقعات بھی بیان کرتے ہیں جن میں مذاق بھی ہے۔ "سکندر مرزا کا عروج زوال" اگلے باب کا عنوان ہے۔ پھر "جنرل ایوب خان کی اٹھان ہے"۔ اس میں شہاب، جنرل ایوب خان کا ذکر کرتے ہیں۔ شہاب اور ایوب خان کے درمیان جو اعتماد کی فضا شروع ہوئی وہ کئی سال تک بر قرار رہی اس باب میں شہاب نے بطور سیکرٹری، جنرل ایوب سے اپنے تعلقات کا احوال بیان کیا ہے۔ ایوب خان کے دور حکومت میں شہاب کا سب سے بڑا کارنامہ پاکستان میں اسلامی مملکت شامل کروانا ہے اس باب میں قدرت اللہ شہاب نے ایوب خان کے گھر کے ماحول کی تصویریں بھی پیش کی ہیں۔ اس سے اگلے باب کا عنوان "صدر ایوب اصلاحات اور بیورو کریسی" ہے۔ اس حوالے سے لکھتے ہیں سال دو سال کی محنت کے بعد ہر کمیشن یا کمیٹی ایک بھاری بھر کم رپورٹ مرتب کرتی ہے اس رپورٹ کا ایک نسخہ پیشکشی سنہری حاشیے والی خوبصورت مراکو لیدر کی جلد میں سجا کر صدر ایوب کو ایک خصوصی تقریب میں بڑے طمطراق سے پیش کیا جاتا ہے۔۔۔۔ یہ عمل اس طرح تھا کہ جیسے بلی کو دودھ کی رکھوالی پر بٹھا دیا جائے۔ ۱۲ے

چالیسویں باب کا عنوان "صدر ایوب اور ادیب" ہے۔ یہ صدر ایوب کے دور میں قومی صحافت پر مشتمل ہے۔ باب کا "نام نیشنل پریس ٹرسٹ" ہے اگلے باب کا عنوان "ایوب خان اور معاشیات" ہے۔ اڑتالسویں باب کا عنوان "صدر ایوب اور سیاستدان" ہیں۔ شہاب نامہ کے پچاسویں باب کا عنوان "صدر ایوب اور پاکستان کی خارجی پالیسی" ہے۔ اگلے ابواب کا عنوانات "ماں جی کی وفات"، "صدر ایوب کا زوال"، "روزگار سفیر" ہے۔ ان سے اگلے باب کا عنوان "سی ایس پی سے استعفیٰ" ہے۔ اگلے باب کا عنوان "عفت" ہے۔ یہ باب عفت

کی موت پر نوحہ ہے۔ اگلے باب کا عنوان "یونیسکو" ہے ۔ شہاب نامہ کے اگلے باب کا عنوان "پاکستان کا مستقبل" ہے۔ شہاب نامہ کے آخری باب کا عنوان "چھوٹا منہ بڑی بات " ہے یہ باب ان کی روحانی زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ اس باب میں انہوں نے اپنی روحانی تجربات کا ذکر کیا ہے۔ اس باب میں شہاب ذکر، شغل اور مراقبے کے بارے میں خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اردو ادب میں آپ بیتی ایک منفرد صنف ادب ہے اور یہ اپنی متعدد خصوصیات کی بنا پر بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ دیگر اصناف ادب کی طرح آپ بیتی کے بھی کئی تشکیلی اجزاء ہیں جن کی مناسبت ترتیب سے بہترین آپ بیتی منظر عام پر آتی ہے۔ اشفاق احمد کی آپ بیتی "باباصاحبا" اور قدرت اللہ شہاب کی آپ بیتی "شہاب نامہ "میں بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اشفاق احمد اور قدرت اللہ شہاب نے باباصاحبا اور شہاب نامہ میں فنی خصوصیات پر بھرپور توجہ دی ہے وہ ان کو بہترین طریقے سے استعمال میں لانے کا سلیقہ رکھتے ہیں۔ اور ان دونوں آپ بیتیوں میں بہت سے مشترک عناصر موجود ہیں۔

کسی بھی کہانی میں کرداروں کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ تخلیق کار کرداروں کے گرد ہی اپنی کہانی کا تانابانا بنتا ہے۔ آپ بیتی میں پیش کیے جانے والے کردار بھی عام انسانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ کرداراور کہانی کا لازم ملزوم کا رشتہ ہے اور اس کہانی تک ہمارے دلچسپی کس حد تک بر قرار رہتی ہے یہ کرداروں سے ہی پتہ چلتا ہے۔ اشفاق احمد نے اپنی آپ بیتی باباصاحبا اور قدرت اللہ شہاب نے شہاب نامہ میں کردار نگاری پر خصوصی توجہ صرف کی ہے۔ باباصاحبا میں مرکزی کردار سمندر خان نیازی ، شاہی بھنگی ،اور نوروالے باباجی ہیں۔ سمندر خان نیازی کا کردار ایک باعمل مسلمان اور بہادر حوالدار کا ہے وہ ایک پرہیز گار انسان ہونے کے ساتھ ساتھ برائی وبے حیائی کے کاموں کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ قران کی تلاوت بڑی خوش الحانی سے کرتا ہے۔ اپنے نفس کو کنٹرول میں رکھنا جانتا ہے اس کردار کے پیچھے اشفاق احمد کا اصلاحی پہلو نظر آتا ہے۔ شاہی بھنگی کے کردار سے جب دل عشق حقیقی کا طلبگار ہو جائے تو مجازی عشق کی وقعت ختم ہو جاتی ہے۔ بقول اشفاق احمد بھنگی نے اپنے جھوٹ کے ذریعے اپنے رب کی محبت اور معرفت کو پالیا جو انسان کی اصل کامیابی کا باعث ہے۔ [۱۳]

نور والے باباجی کا کردار ایک ایسا کردار ہے جو سراپا محبت ہے وہ امیر غریب سب کے ساتھ ایک ہی طریقے سے پیش آتا ہے۔ اشفاق احمد اس کی کردار کے ذریعے ایک ایسی شخصیت کا نقشہ کھینچتے ہیں جو دیکھنے میں ایک عوامی فرد ہے۔ باباجی کہتے ہیں پتر لوگوں کو کھلاؤ جو کچھ تم خود کھاتے ہو پہلے اس کو حلال کر لو خود کھانے سے پہلے دوسروں کو کھلاوگے تو وہ حلال ہو جائے گا سودا خرید و تو پہلے اسے حلال کرو کسی کے لیے آٹا خرید و چاول خرید و خود کپڑا پہننا ہے تو پہلے دوسروں کے لیے کپڑا خرید و۔ [۱۴]

اشفاق احمد نے مرکزی کرداروں کے علاوہ ضمنی کردار بھی پیش کیے ہیں جن میں گلالی، پروفیسر فیراا کوتی ، ستی مردیاتی، سوریو، پروفیسر باوٹانی، باباد ھرم داس، پادری سنتر یلی، ڈاکٹر وتوریو ولونیکا کے کردار جو باباصاحبامیں میں موجود ہیں۔ شہاب صاحب نے بھی کرداروں کے ذریعے انسانی شخصیت کا خاکہ کھینچا ہے کریم بخش، نندہ صاحب، آغا صاحب کی بیگم ،کشمیری پنڈت، عفت، چندراوتی ،صدر ایوب، چوہدری غلام عباس، شری ہری کرشن، مہتاب جیسے کردار شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ایم ایم پیرزادہ، بھاگلپور کے انگریز افسران ،یحیی خان، جنرل غلام محمد، اردلی، خان صاحب، عبد الکریم ان کے بھی خاکے کھینچے ہیں۔ صدر ایوب کے حلیے کے بارے میں لکھتے ہیں صدر ایوب کی شخصیت چنار کے درخت کی طرح تناور اور شاندار تھی لیکن گرتے وقت اس کا تنا کھوکھلا ہو چکا تھا ذاتی طور پر وہ نیکی، شرافت، عدل پسندی اور رحم دلی کے خوگر تھے اور ان کی رگ رگ میں حب الوطنی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ [۱۵]

قدرت اللہ شہاب نے شہاب نامہ میں ضمنی کردار بھی پیش کیے ہیں۔ جن میں بشیرہ طوائف، رحمت علی، ایثار، رشید، مومن، صادقہ بیگم شامل ہیں۔ اگر بابا صاحبا اور شہاب نامہ کے کرداروں کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اشفاق احمد نے خاص طور پر ایک حقیقت پسند مصنف ہونے کے ناطے زندگی کے اور یجنل ماحول اور زندگی کی سچائی اور حقیقی کرداروں کو ہمیشہ قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ جہاں تک شہاب نامہ کے کرداروں کا تعلق ہے تو شہاب نامہ میں ایک جہاں آباد ہے- اوران کے کردار بھی حقیقی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قدرت اللہ شہاب نے اپنے کرداروں کو اس قدر مہارت سے بنا ہے کہ قاری کو مثبت کرداروں سے انسیت اور منفی کرداروں سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ اشفاق احمد اور قدرت اللہ شہاب نے اپنی آپ بیتیوں بابا صاحبا اور شہاب نامہ میں مکالمہ نویسی کے اعلی جوہر دکھائے ہیں۔ ان کے مکالموں کا لب لہجہ زبان سادہ اورانداز برجستہ ہے انہوں نے موقع محل کے مطابق دلچسپ موضوع اور خوبصورت مکالمے لکھے ہیں یہ مکالمے کرداروں کے جذبات واحساسات کے ترجمان ہیں۔ اشفاق احمد نے بابا صاحبا میں اعلی اور مضبوط مکالمے لکھے ہیں۔ ان کے کرداروں کے مکالمے نہایت شستہ اور معنی خیز ہیں۔ بابا صاحبا میں مختصر مکالمے بھی ملتے ہیں اور طویل مکالمے بھی۔ اشفاق احمد کی قدرت اللہ شہاب سے آخری ملاقات کی گفتگو مختصر مکالماتی انداز میں ہے۔ جب قدرت اللہ شہاب قاہرہ جانے لگے تو اشفاق احمد نے کہا" قاہرہ یہی احرام مصر اورابو الہول والا، کہنے لگے، ہاں اشفاق احمد نے کہا شاہ فاروق والا، کہنے لگے ہاں، اشفاق احمد نے کہا جہاں مصری کے مشہور بازار ہوتے ہیں، ہنس کر کہنے لگے بالکل وہی، قدرت اللہ شہاب کی آپ بیتی شہاب نامہ کے مکالمے نہ صرف ان کے کرداروں سے مطابقت رکھتے ہیں بلکہ وہ فطری خصوصیات کے حامل بھی ہیں۔ انسانی زندگی مختلف طبقات کی زبان ان کے مکالموں کا نمائندہ وصف ہے۔ کرداروں سے نہ صرف خدوخال واضح ہوتے ہیں بلکہ کسی کردار کی ذہنی وصف، خصوصیت اور سیرت کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ قدرت اللہ شہاب کے ہاتھ ایک انتہائی خفیہ دستاویز لگی جس میں ایک حکم نامہ تھا جو کہ پاکستان کے خلاف تھا قدرت اللہ شہاب نے یہ دستاویز لی اور قائد اعظم سے ملاقات کرنے کے لیے دلی روانہ ہو گئے لکھتے ہیں۔ جب میں قائد اعظم کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ کچھ لکھنے میں مصروف تھے فارغ ہو کر ایک نظر مجھ پر ڈالی اور گرجدار آواز میں بولے، کیا بات ہے، سر آپ کے لیے ایک خفیہ دستاویز لے کر آیا ہوں۔ میرا نام قدرت اللہ شہاب ہے میں اڑیسا میں ڈپٹی ہوم سیکرٹری ہوں۔ قائد اعظم نے کہا کیسی دستاویز۔ قدرت اللہ شہاب نے آگے بڑھ کر کانگرس کا سرکلر ان کی خدمت میں پیش کر دیا قائد اعظم نے کہا یہ ہمارے لیے مفید ہو سکتی ہے تم نے یہ کہاں سے حاصل کی ہے۔ قدرت اللہ شہاب انہوں نے فرفر ساری بات کہہ سنائی قائد اعظم ویل، ویل تمہیں ایسا نہیں کرنا تھا۔[١٦]

ان دونوں آپ بیتیوں میں مکالموں میں کرداروں کی زبان کی مقامی اور سماجی خصوصیات کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔ منظر نگاری آپ بیتی میں بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ مناظر کی تفصیلات سے مصنف اپنے تنوع کے ذریعے قاری کی دلچسپی میں اضافہ کرتا ہے اشفاق احمد نے بابا صاحبا اور قدرت اللہ شہاب نے شہاب نامہ میں منظر نگاری کو بڑی مہارت سے استعمال کیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ جزیات نگاری کو بھی برتنے میں کمال فن کا ثبوت پیش کیا ہے۔ بابا صاحبا میں مناظر کا بیان بھی بہت خوبصورت ہے جو کسی بھی کہانی کی اہم خوبی سمجھا جاتا ہے۔ بابا صاحبا میں اشفاق احمد نے خوبصورتی کے ساتھ مناظر کو کہانی کے ساتھ ہم آہنگ کر دیا ہے اور قاری کو سب کچھ ایک جیتی جاگتی تصویر کی مانند نظر آتا ہے مسجد نبوی کے کھلے صحن میں مغرب کی نماز ادا کرتے وقت اشفاق احمد نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ مسجد نبوی کے صحن کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں مسجد نبوی کے کھلے صحن میں اس جگہ پر دبیز نائلون کی بڑی چھتریاں تنی ہیں جن میں سے روشنی اس طرح

سے اتر کر مسجد میں پھیل رہی ہے جیسے کھلے صحن میں پھیلا کرتی تھی ان چھتریوں کے اجلے پنکھوں نے اڑان کے پر پھیلا کر اپنی ساری سفیدی نیچے منتقل کر دی ہے۔۱۷ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ میں مناظر کو فطری حسن کے ساتھ پیش کرتے ہیں باہر گرد تھی اور انجن سے بھک بھک نکلتا ہوا دھواں میلوں تک تھا۔ بے کیف اور اداس یکسانیت چھائی ہوئی تھی کھیتوں میں چرتے ہوئے مویشی گدلے گدلے جوڑوں پر کپڑے دھوتی ہوئی پانی بھرتی ہوئی عورتیں کہیں کہیں کسی جانور کی لاش پر کتوں اور گدھوں کا ہجوم۔۱۸

اشفاق احمد اور قدرت اللہ شہاب تصویر کشی کے ذریعے قاری کے تجسس کو ہوا دیتے ہیں جس کے ذریعے قاری مزید جاننے کی خواہش رکھتا ہے۔ واقعہ نگاری کا اصل کام کسی واقعے کو تحریر کر کے اسے قاری کے سامنے پیش کرنا ہے بابا صاحبا اور شہاب نامہ میں موضوعات کے متنوع ہونے کے باعث دلچسپ واقعات دیکھنے کو ملتے ہیں جو قاری کو تجسس میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ ان آپ بیتیوں کے واقعات حقیقی واقعات پر مبنی ہیں۔ اشفاق احمد اپنے ایک ساتھی کے ساتھ اپنے خوشگوار تعلقات بتاتے ہوئے اس کی اپنے کزن کے درمیان خاندانی رنجش کی بنا پر پیش آنے والا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔لوگوں کے سامنے نہیں کھولے جاتے لوگوں کو نہیں دکھائے جاتے ان کی الجھنیں اور پریشانیاں پردہ میں ظہور پذیر ہوتی ہیں سب کے سامنے نہیں۔۱۹

واقعہ نگاری کے حوالے سے شہاب نامہ میں نجی، رومانی، جذباتی، قلبی، خاندانی، روحانی، معاشرتی، سیاسی، تاریخی دفتری، قومی، بین الاقوامی، ذہنی، علمی، ادبی اور نظریاتی ہر قسم کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ اس کے اسلوب میں سادگی موجود ہے۔ جہاں تک شہاب نامہ کے واقعات کا تعلق ہے تو انہوں نے واقعات کو حقیقی رنگوں میں بیان کیا ہے۔ قدرت اللہ شہاب اور اشفاق احمد کی آپ بیتیوں میں حقیقت نگاری پر خصوصی توجہ مرکوز کی گئی ہے ان دونوں نے واقعات کو حقیقت کی نظر سے دیکھا اور اپنی آپ بیتیوں میں بیان کیا ہے۔ اشفاق احمد اپنی نانی کی بستر مرگ کی تصویر کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں میری نانی میرے سامنے آہستہ آہستہ فوت ہوتی گئی اور میں ان کے قریب دیوار سے ڈھو لگا کر چپ چاپ بیٹھا رہا۔۲۰

شہاب نامہ کی حقیقت نگاری کو دیکھیں تو قدرت اللہ شہاب کے ہاں انفرادیت موجود ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ دنیا کی بے رحم صداقت کا پردہ چاک کرتے نظر آتے ہیں۔ فسادات بنگال کے حوالے سے واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں راحیل خوند کر جھونپڑی کے دروازے میں بے حس و حرکت پڑا تھا وہ ابھی مرا نہیں تھا اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو موم بتی کے پگھلتے ہوئے قطروں کی طرح لٹکے ہوئے تھے اور ایک گیڈر اس کے پاوں کی ایڑی میں دانت مار رہا تھا۔۲۱

ان دونوں نے آپ بیتیوں میں جو بھی حقائق بیان کیے ہیں ان کو ایسا دیکھ کر لگتا ہے انہوں نے واقعات کی من و عن تصویریں کھینچ دی ہیں۔ تصوف ان دونوں آپ بیتیوں کا مشترک نمایاں عنصر ہے۔ تصوف کے معنی ہیں۔ خواہش نفسانی سے پاک ہونا۔ صوفی دراصل وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی باطنی تربیت پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ وہ شریعت کی پابندی کسی باہر سے ٹھونسے ہوئے قانون کی طرح نہیں کرتے بلکہ احکام شریعت کو آپ ﷺ کے ارشادات سمجھ کر خوشی سے بجالاتے ہیں۔ تصوف میں اشفاق احمد، قدرت اللہ شہاب اور ممتاز مفتی کے ساتھی تھے۔ تصوف اشفاق احمد کا پسندیدہ موضوع ہے۔ اشفاق احمد نے اپنی تمام زندگی خوب سے خوب تر کی تلاش میں بسر کی اسی خصوصیت کے پیش نظر ان کی تصانیف میں تصوف اور روحانیت کا رنگ بھی شامل ہو گیا۔ پھر انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد انہی عناصر کو بنالیا۔ بقول بانو قدسیہ پہلے ایسا ہی تھا اشفاق احمد لوگوں سے داد طلب کیا کرتے تھے جب وہ اٹلی سے واپس آئے تو اس پر فخر کرتے

تھے لوگ ان کے لباس اور چال ڈھال کے جیسے انہیں اطالوی سمجھتے ہیں مگر پھر ان کی زندگی بدل گئی میں نے اپنی زندگی میں تین آدمیوں کو بدلتے دیکھا وہ تینوں اپنی مرضی سے تبدیل ہوئے پہلے ممتاز مفتی ہیں۔۔۔ دوسرے قدرت اللہ شہاب۔۔۔تیسرے اشفاق احمد تھے۔۔۔۔۔۲۲

باباصاحب میں اشفاق احمد اپنے ساتھیوں کے ساتھ روحانیت کے موضوع پر گفتگو کرتے ہیں۔اشفاق احمد اپنے ایک دوست کے مجبور کرنے پر پیر فضل شاہ کے ڈیرے پر گئے اس سے پہلے وہ تصوف اور صوفی ازم کو اسلام کے خلاف سمجھتے تھے وہاں پر ان کی ملاقات ایک باباجی سے ہوئی۔اشفاق احمد کے مجموعے زاویے میں بھی ان نور والے باباجی کا ذکر ملتاہے اس سے اشفاق احمد روحانی فیض لیا کرتے تھے ان کی آپ بیتی" باباصاحبا" میں بھی نور والے باباجی کا ذکر بار بار ملتاہے۔ اشفاق احمد کی شخصیت کو تصوف کی طرف مائل کرنے والے بھی یہی بزرگ تھے۔اشفاق احمد لکھتے ہیں باباوہ شخص ہوتاہے جو دوسرے انسان کو آسانی عطا کرے یہ ضروری نہیں کہ بابا ایک بھکاری، فقیر ہے اس نے سبز رنگ کا کرتا پہنا ہوا۔۔۔۔۔۔ایک تھری پیس سوٹ پہنے ہوئے اعلی درجے کی رنگ کی ٹائی لگائی ہے۔۔۔۔۔اس میں جنس کی بھی قید نہیں ہے مرد، عورت بچہ، بوڑھااور نوجوان سب لوگ کبھی نہ کبھی اپنے وقت میں باباہوتے ہیں۔۲۳

قدرت اللہ شہاب اپنی آپ بیتی کے شروع میں اپنے مذہبی رجحان کا اظہار کرتے ہیں۔قدرت اللہ شہاب روحانیت پر یقین رکھتے ہیں روحانیت اور تصوف شہاب نامہ کا مرکزی نقطہ ہے۔ حب الٰہی اور حب رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کی زندگی کے محرک اور محور تھے۔درود پاک کی فضیلت کے بارے میں بیان کرتے ہیں درود شریف پڑھتے پڑھتے آہستہ آہستہ میری رگوں میں جمی ہوئی برف پگھلنے لگی۔۔۔جب میں نے امتحان کے ہال میں پہنچاتو خاصہ پسینہ آیا ہوا تھامیں نے آرام سے پرچہ کیااور پھرہال سے اٹھ کر درود شریف پڑھتاہوا خراماں خراماں چلتاہوا شام تک گھر پہنچ گیاامتحان کے باقی دن بھی اس عمل پر بڑی پابندی سے کار بند رہاجب نتیجہ نکلاتو ورینکلر فائنل کا وظیفہ تو مجھے صرف دوبرس کے لیے ملا لیکن درود شریف کا وظیفہ میرے لیے نام تاحیات لگ گیا۔۲۴ قدرت اللہ شہاب کو خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔بقول قدرت اللہ شہاب دیکھا کہ تاحد نگاہ صحرا پھیلا ہوا تھامیں نے اس کی جانب تیزی سے بھاگتا جا رہا تھاصحرا کی ریت اتنی گہری تھی کہ میری ٹانگیں گھٹنوں گھٹنوں تک اس میں دھنس جاتی۔۔۔اور حضور ﷺ اس پر دوزانو تشریف فرما تھے حضور ﷺ نے ایک ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ میری جانب دیکھاعین اس وقت میری آنکھ کھل گئی۔۲۵

باباصاحبااور شہاب نامہ میں موجود تصوف کے مشترک عناصر کا جائزہ لیاجائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اشفاق احمد اور قدرت اللہ شہاب کی زندگی میں تصوف کا بہت دخل ہے۔باباصاحبامیں ہمیں خدا،مذہب، آخرت، انسان کی ذات،اوراصل سے متعلق سوالات کا تفصیلی ذکر ملتاہے۔ اس میں اشفاق احمد دانشورانہ انداز میں تصوف اورروحانیت پر تفصیلی گفتگو کرتے ہیں۔ اس میں صوفیا،صوفی ازم اور باباازم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جبکہ دوسری جانب شہاب نامہ میں ایسے بہت سے مقام آتے ہیں جو قدرت اللہ شہاب کے روحانی پہلوؤں کو سامنے لاتے ہیں۔خاص طور پر آخری باب چھوٹا منہ بڑی بات۔ قدرت اللہ شہاب نے اسلام اور تصوف پر جو تبصرہ قرآنی حوالوں کے ساتھ کیاہے وہ ان کے روحانی عقیدت کو واضح کرتاہے۔ بچپن کی تربیت اور ماحول کی بدولت ان کے دل میں تصوف کا بیج پہلے ہی سے موجود تھا۔شہاب صاحب کے تصور سے وابستگی کا علم ان کی کتاب" شہاب نامہ" کو پڑھ کر بخوبی محسوس کیا جاسکتاہے باباصاحباکے اسلوب کا جائزہ لیں تو وہ تمام اصولوں پر اترتی نظر آتی ہے۔اشفاق احمد نے جو زبان استعمال کی ہے وہ اتنی سادہ ہے ایسا لگتاہے جیسے ہمیں کوئی کہانی سنارہے

ہیں اور زبان کے الفاظ وہ ہیں جو روزمرہ زندگی میں استعمال ہوتے ہیں باباصاحبا ایک داستان کی طرح بیان ہوئے جس کو پڑھ کر اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی۔ باباصاحبا میں اشفاق احمد نے پنجابی زبان کا بھی استعمال کیا ہے۔ اسی طرح شہاب نامہ کا اسلوب بھی پختہ ہے۔ قدرت اللہ شہاب نے فنی اور تحقیقی وسائل پر توجہ مرکوز کر کے اپنے جذبات، محسوسات، مشاہدات و تجربات اور نقطہ نظر کو قاری تک پہنچانے کی شعوری کوشش کی ہے۔ شہاب نامہ کا افسانوی رنگ شہاب کی خاکہ نگاری اور عصری تاریخ کی خاص خصوصیات قدرت اللہ شہاب کے اسلوب کی عکاسی کرتی ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ باباصاحبا اور شہاب نامہ اردو ادب میں ہمیشہ زندہ رہنے والی آپ بیتیاں ہیں۔ اور یہ ان دونوں مصنفین کی زندگیوں کا نچوڑ ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ الطاف فاطمہ، "اردو میں سوانح نگاری کا ارتقاء"، (کراچی: اردو اکیڈمی، ۱۹۶۱ء)، ص ۳۵۵

۲۔ انتظار حسین، "ملاقاتیں"، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)، ص ۴۴

۳۔ اشفاق احمد، "باباصاحبا" ، (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)، ص ۹

۴۔ ایضاً، ص ۲۱

۵۔ ایضاً۔ ص ۳۵

۶۔ فریدہ نذیر، پروفیسر، "قدرت اللہ شہاب زندگی اور ادب"، (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران، ۲۰۱۸ء)، ص ۷

۷۔ ذکر شہاب، " (یادنامہ قدرت اللہ شہاب مرحوم)"، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)، ص ۹۷۔۹۸

۸۔ ایضاً، ص ۱۱۷

۹۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ (طبع ہفتم)، ص ۷۶

۱۰۔ ایضاً، ص ۸۰

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ اشفاق احمد، باباصاحبا، ص ۲۰۱

۱۴۔ ایضاً، ص ۲۷۵

۱۵۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ (طبع ہفتم)، ص ۲۱۱۔۲۱۲

۱۶۔ ایضاً، ص ۳۴۷

۱۷۔ اشفاق احمد، باباصاحبا، ص ۳۲۵

۱۸۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ (طبع ہفتم)، ص ۱۰۹

۱۹۔ اشفاق احمد، باباصاحبا، ص ۳۱

۲۰۔ ایضاً، ص ۱۲۳

۲۱۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ (طبع ہفتم)، ص ۱۵۵

۲۲۔ وقاص ضیائی، "تعزیتی ریفرنس بیاد اشفاق احمد"، مشمولہ: راوی، (لاہور: گورنمنٹ کالج، س ن)، ص ۱۲۵

۲۳۔ اشفاق احمد، "زاویہ (حصہ اول)"، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)، ص ۵۵

۲۴۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ (طبع ہفتم)، ص ۶۷

۲۵۔ ایضاً، ص ۷۸